حافظ شیرازی کی غزلیات میں علم الاخلاق کا تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر محمد اقبال ثاقب، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور
ڈاکٹر اقصیٰ ساجد، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور

Abstract

Hafez Sherazi was a great persian poet of Ghazal. His name was Muhammad, surname, Shams-ul-Din and nom de plume was Hafez, as he had memorized the Holy Quran by heart. His grandfather was an inhabitant of " Sarkan" a suburb of Isfahan city. Later on, he shifted to Sheraz in the period of "Atabkan" and settled down there. The occupation of his father was trade and his family was also distinguished in knowledge and piety. According to various researchers, Hafez was born in 726 A.H and died in 791 A.H at the age of sixty five. Although there is no match of Hafez in Persian mystic Ghazal, but after research it has been proved that his Ghazal is not less than anyone else regarding ethical teachings. In this article, the same topic has been discussed.

حافظ کی غزلیات میں علم الاخلاق کی جلوہ گری کو بحث کا موضوع بنانے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علم الاخلاق کے بارے میں جان لیا جائے کہ دراصل اس سے مراد کیا ہے؟

ابوعلی مسکویہ کے الفاظ کے مطابق: " علم الاخلاق، عادات و اخلاق کی وہ جان کاری ہے جس کی بدولت انسان کے مجموعی کردار میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ عادات اس کا معمول بن جاتی ہیں اور اس کے لیے بارِ خاطر ثابت نہیں ہوتیں۔" (۱)

نصیر الدین طوسی، معروف عالم اور محقق علم الاخلاق کے بارے میں رقمطراز ہیں: " یہ ایک ایسا علم ہے جو بتاتا ہے کہ نفسِ انسانی کس طرح کی عادات سے بہرہ مند ہو سکتا ہے جن سے اس سے سرزد ہونے والے تمام احوال و افعال خوبصورت اور قابلِ ستایش ہو جائیں۔" (۲)

مرحوم حسن نراقی نے " جامع السادات " میں علم الاخلاق کی جو تعریف بیان کی ہے وہ بہت جامع اور فصیح معلوم ہوتی ہے، لکھتے ہیں: " علم الاخلاق، مہلک اور نجات بخش صفات کی جان کاری کا نام ہے اور یہ کہ نجات بخش صفات کیسے حاصل ہوں اور مہلک صفات سے کس طرح چھٹکارہ حاصل ہو " (۳)

اس تعریف کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ناپسندیدہ عادات واطوار کو خود سے دور کرنے کا شیوہ اختیار کرنا اور خوبصورت اور قابل ستایش خوبیوں کو اپنانا، علم الاخلاق کے ضروری اجزا میں سے ہے۔ جبکہ پہلی دو تعریفوں میں علم الاخلاق سے مراد فقط اچھی اور بُری صفات کا جان لینا ہے۔

مذکورہ بالا تعریفوں کو اگر مجموعی لحاظ سے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ "علم الاخلاق" دراصل مندرجہ ذیل چار نکات اور ان کے حصول پر مشتمل ہے:

(ایک) اچھی اور خوبصورت صفات سے آگاہی (دو) بُری عادات واطوار سے آگاہی

(تین) اچھی صفات کا اتصاف وحصول (چار) بُری عادات واطوار سے کنارا کشی

اب اس سے پہلے کہ مذکورہ بالا تعاریف کی روشنی میں حافظ کے کلام میں علم الاخلاق کی جلوہ نُمائی کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ فارسی ادب کے نامور محققین نے کلام حافظ کے بارے میں، مجموعی لحاظ سے کن آراء کا اظہار کیا ہے اور بطورِ خاص اخلاقی حیثیت سے حافظ کے کلام کو کس نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں:

ذبیح اللہ صفا لکھتے ہیں: "خواجہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد حافظ شیرازی (ف۔۷۹۱ یا ۷۹۲ھ۔) یکی از بزرگ ترین شاعران غزل گوئی ایران و از اعاظم گویندگان است و از اکابر گردنکشان نظم فارسی است...از اختصاصات کلام حافظ آن است کہ معانی دقیق عرفانی وحکمی، حاصل تخیّلات لطیف وتفکّرات دقیق خود را در موجز ترین کلام، ودرہمان حال درروشن ترین وصحیح ترین آن ھا بیان کردہ است۔" (۴)

ترجمہ: "خواجہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد حافظ شیرازی (ف:۷۹۱ یا ۷۹۲ھ۔) ایران کے عظیم غزل گو شاعروں، نامور سخنوروں اور فارسی نظم کے سرکردہ ناموں میں سے ایک ہیں... حافظ کے کلام کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس نے اپنے دقیق عرفانی اور حکیمانہ معانی اور لطیف تخیّلات وتفکّرات کو نہایت ایجاز واختصار سے صحیح اور واضح ترین انداز سے اپنے کلام میں سمویا ہے۔"

"تاریخ ادبیات ایران" میں رضا زادہ شفق لکھتے ہیں: "درواقع حافظ، با قریحہ عالی وروحِ لطیف وطبع گویا وفکرِ دقیق وذوقِ عارفانہ وعرفانِ عاشقانہ کہ وی را مسلّم بود، طرح سخن را طوری ریخت واقسام عبارات ومعانی را طوری بہ ھم آمیخت کہ غزلِ عرفانی سبکِ مستقل وطرزِ خاص بہ وجود آورد۔" (۵)

ترجمہ: "دراصل حافظ نے، اعلیٰ اور گویا طبیعت، لطیف روح، دقیق فکر، عارفانہ ذوق اور عاشقانہ عرفان کی ایک مسلّم حقیقت کے ساتھ اپنے کلام کی ایسی طرح ڈالی اور موضوعات اور معانی کو اس طرح آپس ملایا کہ عرفانی غزل کا ایک مستقل اسلوب اور خاص طرز وجود میں آ گئی۔"

اسی طرح عصر حاضر کے ایک نامور محقّق، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی حافظ کی غزل کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: "حافظ بیشتر از ہمہ غزل گویانِ متقدمین فارسی زبان، بہ مسایلِ اجتماعی ومطالبِ اخلاقی متوجہ بودہ است۔" (۶)

ترجمہ: "حافظ نے فارسی زبان کے اپنے پیشرو غزل گو شاعروں سے زیادہ اجتماعی اور اخلاقی مسایل پر

توجہ دی ہے۔"

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی اپنی ایک دوسری تالیف میں حافظ کی غزل گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:" خواجہ شمس الدین محمد حافظ (وفات ۷۹۱ھ) نے قرآن شریف کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اسے حفظ بھی کیا ہوا تھا. انہوں نے تخلّص بھی اسی رعایت سے (حافظ) اختیار کیا:

ندیدم خوش تر از شعرِ تو حافظ　　　به قرآنی که اندر سینه داری

حافظ تصوّف کے لطیف ذوق کے ساتھ حکمت و دانائی کی تعلیم ،قرآنی آیات میں دیتے ہیں... حافظ نے اپنے اشعار میں دلکش مطالب، لطیف ترین معانی اور حکیمانہ نکتے بیان کیے ہیں. شیرینی، سادگی اور ایجاز حافظ کی غزل کی امتیازی خصوصیات ہیں. ان کی غزلوں میں عارفانہ اور عاشقانہ مزاج کا خوبصورت امتزاج پایا جاتا ہے۔ غزل گوئی کے سلسلے میں یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سنائی نے غزل میں عام عاشقانہ مضامین بھی بیان کیے تھے اور عارفانہ مطالب بھی۔ عطّار نے اپنی غزلوں میں سنائی کے عارفانہ انداز کو اپنایا، سعدی نے غزلوں میں سنائی کے عاشقانہ طرز کی پیروی کی جبکہ حافظ کی غزلوں میں عارفانہ اور عاشقانہ انداز غزل گوئی کا امتزاج ہے. عیشِ امروز، امید پرستی، ریاکاری کی پردہ دری اور دنیا کی بے ثباتی وہ مضامین ہیں جو ان کی غزلوں میں عام ہیں۔"(۷)

برِصغیر کے ایک اور نامور محقق، مولانا شبلی نعمانی " شعرالعجم" میں حافظ کی غزل گوئی کے بارے یوں رقمطراز ہیں:" خواجہ صاحب، اگرچہ قصیدہ اور مثنوی میں بھی اساتذہ سے پیچھے نہیں لیکن ان کا اصلی اعجاز غزل گوئی ہے۔ یہ عموماً مسلّم ہے کہ عالمِ وجود میں آج تک کوئی شخص غزل میں ان کا ہمسر نہ ہوسکا۔ متوسطین اور متاخّرین غزل کے بزم آرا ہیں، لیکن ان کو تسلیم ہے کہ خواجہ صاحب کا انداز کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ خواجہ صاحب کی شاعری میں متعدّد ایسی باتیں جمع ہوگئی ہیں جن کا مجموعہ اعجاز بن گیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک ایک چیز کو الگ الگ لیں تو اوروں کے ہاں نکل آئے۔ لیکن خواجہ صاحب کا کلام ''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کا مصداق ہے۔۔۔خواجہ صاحب کی اخلاقی تعلیم، اعلیٰ درجہ کی فلسفہ انسانیّت کی تصویر ہے۔"(۸)

حافظ کی شاعری کے بارے میں ایران کے ایک بہت بڑے تنقید نگار، ڈاکٹر عبدالحسین زرّین کوب لکھتے ہیں:'' حافظ نے اس خاموش لیکن وحشتناک دنیا میں نشاط و مسرّت اور زندہ دلی کا نغمہ چھیڑا اور اپنی آواز کا جادو جگایا اور اس طرح اس نے درد و غم سے ماورا باطنی حُسن کی نشان دہی کی۔ چار سو سال بعد جب یہ آواز جرمنی میں گونجی تو جرمن نژاد شاعر گوئٹے نے اسے خوش آمدید کہا اور دیوانِ شرقی میں عزّت و احترام کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ کیوں کہ اس نے بھی حافظ ہی کی طرح ایسے دور میں آنکھ کھولی تھی جب تاج و تخت پر لرزہ طاری تھا اور بادشاہتیں رُو بہ زوال تھیں۔ گوئٹے نے بھی اپنے اس دیوان میں کوشش کی ہے کہ حقیقت و مجاز کے درمیان ایک پُل بنائے اور اپنی شاخِ نبات کو، جس کا نام ماریانا ہے، زلیخا کے نام کے ساتھ اور ایسے عشق کے ساتھ جو حافظ کی طرح حقیقت و مجاز کے درمیان گامزن ہے، منسوب کرے۔ صرف گوئٹے ہی وہ پیر مرد نہیں ہے جس نے اپنے سفید بالوں اور عزّت و

احترام کے ساتھ 'نور بیشتر' کی تلاش میں اس سرچشمہ روشنائی یعنی "دیوانِ حافظ" کی طرف رجوع کیا۔۔۔'' (۹)
اب ہم دیکھتے ہیں کہ علم الاخلاق کے مذکورہ بالا چاروں پہلو، حافظ کے کلام میں کس طرح سے جلوہ گر ہیں:

(ایک) اچھی اور خوبصورت صفات سے آگاہی:

۱) حافظ صبر کے بارے میں آگاہی دیتے ہوئے کہتے ہیں، بیت:

صبر و ظفر ہر دو دوستانِ قدیم اند بر اثرِ صبر نوبتِ ظفر آید (۱۰)

(ترجمہ) صبر اور کامیابی دونوں پُرانے دوست ہیں. صبر کے نشان پر ہی کامیابی کا ڈنکا بجتا ہے۔
عربی مقولہ ہے "الصبر مفتاح الفرج" صبر آسایش کی کلید ہے. مولانا روم فرماتے ہیں، بیت:

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت میوهٔ شیرین دہد پُر منفعت (۱۱)

(ترجمہ) صبر تلخ لگتا ہے لیکن آخر کار، منافع بخش میٹھا پھل دیتا ہے۔ ایک دوسری غزل میں حافظ صبر اور شُکر کا باہمی تعلّق قایم کرتے ہوئے لکھتے ہیں، بیت:

شکر بہ صبر دست دہد عاقبت ولی بد عہدی زمانہ امانم نمی دہد (۱۲)

(ترجمہ) شکر، صبر سے آخر کار ہاتھ آجاتی ہے۔ لیکن زمانے کی بے وفائی (یعنی زندگی کی بے ثباتی) مجھے آرام نہیں لینے دیتی۔

۲) اسی طرح حافظ نیکی کی اہمیّت کے بارے میں فرماتے ہیں، بیت:

برین رواقِ ز برجد نوشتہ اند بہ زر کہ جز نکوئی اہلِ کرم نخواہد ماند (۱۳)

(ترجمہ) آسمان پر آب زر سے لکھا ہے کہ اہلِ کرم کی نیکی کے بغیر کوئی چیز (دنیا میں باقی) نہ رہے گی (۱۴)

۳) طرزِ معاش ایک اہم انسانی صفت ہے۔ حافظ اس کی اہمیّت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں، بیت:

دلا معاش چنان کُن کہ گر بلغزد پای فرشتہ ات بہ دو دستِ دعا نگہدارد (۱۵)

(ترجمہ) اے دل زندگی اس طرح بسر کر کہ اگر تیرا پاؤں پھسلے تو فرشتہ تجھے دُعا کے دونوں ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔
نہایت قیمتی نصیحت ہے، مطلب یہ ہے کہ ایسی پاکیزہ زندگی بسر کر کہ فرشتے تیرے محافظ ہو جائیں اور اگر تیرا پاؤں بھی پھسلے تو بجائے آدمیوں کے فرشتے دونوں ہاتھوں سے تجھے سہارا دیں اور گرنے نہ دیں۔ یعنی فرشتے بھی تیری حفاظت کے لیے دستِ دُعا اٹھائیں۔ (۱۶)

۴) حافظ لطف و آشتی جیسی صفات پر بھی بہت زور دیتے ہیں اور فرماتے ہیں، بیت:

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است بہ دوستان مروّت با دشمنان مدارا (۱۷)

(ترجمہ) دونوں جہانوں کا آرام ان دو حرفوں کی تفسیر ہے۔ دوستوں کے ساتھ لطف اور دُشمنوں کے ساتھ مدارا (یعنی صُلح اور آشتی) خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اور عاقبت کا آرام اسی میں ہے کہ آدمی دوستوں پر مہربان ہو اور دُشمنوں کے ساتھ بھی صُلح و آشتی رکھے اور ان کے ساتھ رعایت سے پیش آئے۔ تلطف اور مدارا میں اس قدر فرق ہے کہ

تلطف میں عملی ہمدردی اور امداد شامل ہے اور مدارا میں صرف ضرر رسانی اور عداوت کی نفی کی گئی ہے۔۔۔حضرت شیخ سعدی نے فرمایا ہے:

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دلِ دشمنان ہم نہ کردند تنگ
ترا کی میسّر شود این مقام کہ با دوستانت خلاف است جنگ(۱۸)

(ترجمہ) میں نے راہِ خُدا پر چلنے والے لوگوں کے بارے میں سُنا کہ انہوں نے دُشمنوں کی بھی دل آزاری نہیں کی۔ تجھے یہ مقام کیسے حاصل ہوسکتا ہے کہ تیری دوستوں کے ساتھ بھی جنگ ہے۔

۵) حافظ شیرازی ایک اور لافانی صفت،عشق اور مہر و وفا کے بارے میں آگاہی دیتے ہوے کہتے ہیں کہ جس انسان کے دل میں یہ خوبصورت صفت پیدا ہو جاتی اس کو فنا نہیں۔فرماتے ہیں:

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما(۱۹)

(ترجمہ) جس آدمی کا دل عشق سے زندہ ہوا وہ کبھی نہیں مرتا۔جریدہ عالم پر ہمارا دوام لکھا ہے۔

مطلب یہ کہ جس آدمی کا دل عشقِ الٰہی سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا اور تاریخ عالم میں اس کا نام ہمیشہ کے لیے باقی رہتا ہے گویا فنا فی اللہ سے بقا باللہ کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔جناب رسالت مآب ﷺ کا قول ہے: عاشقانِ الٰہ مرتے نہیں،صرف نقلِ مقام کرتے ہیں۔اسی مضمون پر امیر مینائی نے کہا ہے:

فنا کیسی بقا کیسی جب اس کے آشنا ٹھہرے کبھی اس گھر میں آنکلے کبھی اُس گھر میں جا ٹھہرے

شہدا کے دل بھی عشقِ الٰہی میں زندہ ہوتے ہیں اس لیے قرآن کریم کی سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:(ترجمہ) جو اللہ کی راہ مارے جائیں انہیں مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کو اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔(۲۰)

ایک دوسرے مقام پر خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں کہ ہم کو صرف مہر و محبت سے کام ہے۔ ہم نے سکندر اور دارا کے قصّے ہرگز نہیں پڑھے جو دشمنی،بُغض اور کینے پر مشتمل ہیں اور یہ ہمارا طرزِ عمل نہیں،بیت:

ما قصّہ سکندر و دارا نخواندہ ایم از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(دو) بُری عادات و اطوار سے آگاہی:

آیئے،دیکھتے ہیں کہ حافظ شیرازی ناپسندیدہ صفات سے قارئین کو کیسے آگاہ کرتے ہیں؟

۱) حافظ لا حاصل زندگی اور ہوس پرستی جیسی بُری صفات کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عمر ہوس رانی میں رایگان چلی گئی اور وہ میخانے کے مُغبچے کو درازیِ عمر کی دُعا دیتے ہوئے اس سے جام کا تقاضا کرتے ہیں،بیت:

عمر بگشت بہ بیحاصلی و بوالہوسی ای پسر جامِ میَم دہ کہ بہ پیری برسی(۲۱)

(ترجمہ) تمام عمر بے حاصلی اور بوالہوسی (ہوس رانی) میں گذر گئی۔اے فرزند مجھے شراب کا پیالہ دے، خدا تجھے بڑھاپے تک پہنچائے۔(۲۲)

۲) اخلاقی تعلیم اس بات پر موقوف ہے کہ شاعر فطرتِ انسانی کا نکتہ شناس ہو، جو عیب اور بُرائیاں کُھلی کُھلی ہوتیں ہیں، ان کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن دقیق، مخفی اور سر بستہ عیوب تک ہر شخص کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی۔ اس لیے جو شاعر فلسفہ اخلاق کی تعلیم دینا چاہتا ہے اس کے لیے فطرت کا نکتہ شناس ہونا سب سے پہلی شرط ہے۔ خواجہ صاحب نے جس دلیری، آزادی اور بے باکی سے یہ فرض ادا کیا، کسی اور سے نہ ہو سکا (۲۳)۔ حافظ واعظین کی ریا کاری اور مکر و فریب کی نشاندہی اس طرح سے کرتے ہیں:

گر چہ بر واعظِ شہر این سخن آسان نشود　　تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نشود(۲۴)

(ترجمہ) اگر چہ شہر کے واعظ کے لیے یہ بات آسان نہ ہو، لیکن جب تک وہ ریا اور مکر اختیار کیے رکھے گا، مسلمان نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر چہ واعظ تو اس بات کو نہیں سمجھتا لیکن یہ بالکل صحیح بات ہے کہ جب تک وہ ریا کاری اور مکاری کرتا رہے گا، اسلام کے دائرہ سے خارج رہے گا۔ (۲۵) حافظ ایک دوسری غزل میں ریاکار واعظین کے بارے میں یوں کہتے ہیں:

واعظان کین جلوہ بر محراب و منبر می کنند　　چون بہ خلوت می روند آن کارِ دیگر می کنند

(ترجمہ) یہ واعظان جو (مسجد کی) محراب اور منبر پر جلوہ نمائی کرتے ہیں، جب تنہائی میں جاتے ہیں تو دوسرے کام کرتے ہیں۔

۳) خواجہ شیراز، بظاہر پارسا اور شریف لوگوں میں دھوکے اور فریب کی صفت کی ان الفاظ میں نشاندہی کرتے ہیں:

می خور کہ شیخ و حافظ و مفتی و محتسب　　چون نیک بنگری ہمہ تزویر می کنند

(ترجمہ) شراب پیئو کیونکہ اگر تم غور کرو تو شیخ، حافظ، مفتی اور محتسب سبھی دھوکا دے رہے ہیں۔ (۲۶)

(تین) اچھی صفات کا اتصاف وحصول:

حافظ اپنی غزلیات میں اچھی اور خوبصورت صفات کی فقط آگاہی ہی نہیں دیتے بلکہ اپنے قارئین کی ان صفات کے حصول کے لیے بھی راہنمائی بھی کرتے ہیں۔ امثال ملاحظہ ہوں:

۱) حافظ اہل دُنیا کو نیکی کا بیج بونے کا مشورہ دیتے ہیں اور توفیق خداوندی کے راستے کی تلاش کا درس دیتے ہیں، بیت:

شکر ایزد کہ دگر بار رسیدی بہ بہار　　تخمِ نیکی بنشان و رہِ توفیق بجوی(۲۷)

(ترجمہ) خُدا کا شُکر ہے کہ تجھے دوبارہ بہار حاصل ہوئی۔ نیکی کا بیج بو اور توفیق کا رستہ ڈھونڈھ۔ (۲۸)

۲) خواجہ شیراز حُسنِ خُلق کی تلقین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر آپ اہلِ نظر کی صحبت اختیار کرنا چاہتے ہیں تو حُسنِ خُلق سے بہتر کوئی اور تدبیر نہیں، بیت:

بہ حُسنِ خُلق توان کرد صید اہلِ نظر　　بہ دام و دانہ نگیرند مُرغ دانا را(۲۹)

ترغیب عمل کے ذیل میں حافظ فرماتے ہیں: (ترجمہ) حسنِ خُلق سے اہلِ نظر کو شکار کر سکتے ہیں۔ مرغِ دانا کو

بند اور جال سے گرفتار نہیں کرتے۔ اس اخلاقی شعر کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ نظر کو حسن سیرت سے قابو کر سکتے ہیں اور کسی جال کی ضرورت نہیں۔ مولانا حالی کا شعر ہے:

جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زباں سے　　نہیں اس میں لگتی ہے دولت زیادہ۔(۳۰)

۳) خواجہ شیراز، خوش بینی کی صفت کو اُجاگر کرتے ہوئے ہمیں ترغیب دیتے ہیں کہ ہمیشہ گلاس کے آدھے بھرے ہوئے حصّے پر نگاہ کرنی چاہیے نہ کہ آدھے خالی پر، بیت:

کمالِ صدق و محبت بہ بین نہ نقصِ گناہ　　کہ ہر کہ بی ہنر افتد نظر بہ عیب کند(۳۱)

(ترجمہ) محبت کے صدق کا کمال دیکھ نہ کہ گناہ کا نقص۔ کیوں کہ جو شخص بے ہنر ہوتا ہے وہی عیب پر نظر رکھتا ہے۔ یعنی لوگوں کے عیب نہ دیکھ ان کے ہنر دیکھ۔ کیوں کہ عیب پر وہی شخص نظر کرتا ہے جو خود بے ہنر ہوتا ہے۔(۳۲)

۴) ترغیبِ عمل کے ذیل میں حافظ فرماتے ہیں:

ای دل بہ کُوی عشق گذاری نمی کُنی　　اسباب جمع داری و کاری نمی کُنی

چوگان بہ دست داری و گُوی نمی زنی　　بازی چنین بہ دست و شکاری نمی کُنی

(ترجمہ) اے دل تو عشق کے کُوچے میں کیوں نہیں جاتا۔ اسباب جمع رکھتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا۔ مراد بلاّ تیرے ہاتھ میں ہے اور گیند کو نہیں مارتا۔ ایسا باز تیرے ہاتھ میں ہے اور تو شکار نہیں کرتا۔(۳۳) یہ تمام غزل سعی و عمل کی تعلیم میں ہے۔ ہر ایک شعر خوابِ غفلت سے بیدار کرنے والا ہے اور سونے والوں کے چہرے پر گلاب پاشی کر رہا ہے۔

(چار) بُری عادات واطوار سے کنارا کشی:

حافظ نے جہاں اچّھی اور قابلِ ستایش صفات کے حصول کے لیے راہنمائی کی ہے وہاں بُری عادات و اطوار سے بچنے کی بھی تلقین کی ہے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱) حافظ ناپسندیدہ صفت، آزار رسانی سے کنارا کشی کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں، بیت:

مباش در پی آزار و ہر چہ خواہی کُن　　کہ در طریقتِ ما غیر ازاین گناہی نیست

(ترجمہ) کسی کو تکلیف دینے کے درپے نہ ہو اور جو کچھ چاہتا ہے کر، کیوں کہ ہمارے مذہب میں اس کے سوا اور کوئی گناہ نہیں۔ خواجہ صاحب نے اس اصول کا کئی بار اعادہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک سب سے بڑا گناہ کسی آدمی کی دل آزاری ہے، اس سے بچو اور جو کچھ چاہتے ہو کرو نہایت اعلیٰ اصول ہے۔ اسی مضمون کے ذیل میں ایک دوسری غزل میں حافظ یُوں بیان کرتے ہیں، بیت:

دلش بنالہ میازار و ختم کن حافظ　　کہ رستگاریِ جاوید در کم آزاریست

(ترجمہ) اے حافظ، اُس کا دل نالہ سے آزردہ نہ کر، بس کر کہ ہمیشہ کی نجات کم آزاری میں ہے۔

اسی مضمون کے ضمن میں عمر خیام یُوں اظہارِ خیال کرتے ہیں، بیت:

خواہی کہ ترا رُتبتِ اسرار رسد　　مپسند کہ کس را ز تُو آزار رسد(۳۴)

(ترجمہ) تو اگر چاہتا ہے کہ اسرار فہمی کے مرتبے تک پہنچے تو کسی کو آزار رسانی ہرگز پسند نہ کر۔

۲) حافظ بُری صحبت اور خود پسندی جیسی ناپسندیدہ صفات سے بچنے کی تلقین اس طرح سے کرتے ہیں، بیت:

نیکنامی خواہی ای دل با بدان صحبت مدار خود پسندی جانِ من بُرہانِ نادانی بوَد (۳۵)

(ترجمہ) اے دل اگر تو نیک نامی چاہتا ہے تو بدوں سے صحبت نہ رکھ۔ اے میری جان خود پسندی نادانی کی دلیل ہے۔ بُری صحبت کے ضمن میں سعدیؒ فرماتے ہیں:

پسرِ نوحؑ با بدان بنشست خاندانِ نبوّتش گم شد (۳۶)

۳) عیب جوئی کی بُری عادت سے روکنے کے لیے حافظ یہ نصیحت کرتے ہیں، بیت:

یک نصیحت کنمت بشنو و صد گنج بَبَر از رہِ عیش در آ و بہ رہِ عیب مپوی

(ترجمہ) میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں سن اور سو خزانے حاصل کر۔ عیش کے رستے سے آ اور عیب کے رستے پر نہ چل۔ یعنی یہ نصیحت سو خزانوں کے برابر ہے کہ عیش کر اور عیب کی راہ نہ چل (۳۷)

۴) حافظ عداوت اور دشمنی سے خوفزدہ کرتے ہوئے دوستی کا ثمر آور درخت لگانے کا مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

درختِ دوستی بنشان کہ کامِ دل بہ بار آرد نہالِ دشمنی بر کَن کہ رنجِ بی شمار آرد (۳۸)

(ترجمہ) دوستی کا درخت لگا کہ دل کا مقصد اس کا پھل ہو۔ دشمنی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے کہ یہ بیشمار رنج لاتا ہے۔ یعنی درختِ دوستی کا پھل مقصدِ دل ہوتا ہے اور دشمنی کا درخت موجبِ رنج ہوتا ہے۔ اس لیے چاہیے کہ تُو دوستی کا درخت لگائے اور دشمنی کا درخت جڑ سے اکھاڑ دے۔ مطلب یہ کہ دشمنی چھوڑ اور دوستی اختیار کر۔ یہ اخلاق وتمدّن کا نہایت قیمتی اصول ہے۔ (۳۹)

اختتامیہ:

اگر توجّہ کی جائے تو ہم بڑی آسانی سے اس نتیجے تک پہنچ سکتے ہیں کہ علماء اور محقّقین نے علم الاخلاق کے ذیل میں جو تعاریف بیان کیں ہیں اور ان میں اخلاق کے جن چار پہلوؤں سے روشناس کروایا ہے، حافظ شیرازی کی غزلیات میں وہ تمام پہلو پوری طرح سے جلوہ گر ہیں۔ حافظ نے اپنے خوبصورت کلام میں اچھی اور بُری صفات کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ اچھی صفات کے حصول اور بُری صفات سے دور رہنے کا مشورہ بھی دیتے ہیں۔ اس طرح سے کہا جاسکتا ہے کہ حافظ کا کلام علم الاخلاق کا پوری طرح سے احاطہ کرتا ہے۔

حواشی:

۱۔ مسکویہ، ابوعلی، تہذیب الاخلاق، ص ۲۷

۲۔ نصیر الدین طوسی، اخلاق ناصری، ص ۴

۳۔ نراقی، جامع السادات، ج ۱، صص ۳۴۔۳۵

۴۔ صفا، ذبیح اللہ، تاریخ ادبیات در ایران، ج ۲، ص ۱۰۶۵ و ۱۰۷۹

۵۔ شفق، رضا زادہ، تاریخ ادبیات ایران، ص ۳۳۵، چاپخانہ دانش، تہران ۱۳۲۱ خورشیدی

۶۔ ظہیر احمد صدیقی، دکتر، گنجینہ معانی، ص ۳۱۰

۷۔ ایضاً، دین وادب اور فکر وفن ایران میں، صص ۱۴۰۔۱۴۱

۸۔ شبلی نعمانی، مولانا، شعر العجم، حصّہ دوم، صص ۲۴۶ و ۲۵۶ و ۲۸۶

۹۔ زرّین کوب، ڈاکٹر عبدالحسین، با کاروانِ حلّہ، اردو ترجمہ وتنقید 'از گلستانِ عجم، ترجمہ مہر نور محمد خان، کلثوم فاطمہ سیّد' ص ۳۴۴

۱۰۔ حافظ شیرازی، دیوان بہ تصحیح دکتر حسین الہی قمشہ ای، ص ۲۶۲

۱۱۔ ادیب، میر ولی اللہ، لسان الغیب، ج اول، ص ۵۸۶

۱۲۔ ایضاً، ج اول، ص ۵۴۲

۱۳۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۸۲۰

۱۴۔ ادیب، ایضاً، ج دوم، ص ۵۲

۱۵۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۱۵۱

۱۶۔ ادیب، ایضاً، ج دوم، ص ۲۰۵

۱۷۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۴۰

۱۸۔ ادیب، ایضاً، ج اول، ص ۴۱

۱۹۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۴۲

۲۰۔ ادیب، ایضاً، ج اول، صص ۵۱-۵۲

۲۱۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۴۸۵

۲۲۔ ادیب، ایضاً، ج دوم، ص ۳۶۷

۲۳۔ شبلی نعمانی، ایضاً، صص ۲۸۸-۲۸۹

۲۴۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۲۵۵

۲۵۔ ادیب، ایضاً، ج دوم، صص ۱۵۲-۱۵۳

۲۶۔ زرّین کوب، ایضاً، ص ۳۴۶

۲۷۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۵۶۱

۲۸۔ ادیب، ایضاً، ج دوم، ص ۴۰۸

۲۹۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۳۸

۳۰۔ ادیب، ایضاً، ج اول، ص ۹۷

۳۱۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۲۱۶

۳۲۔ ادیب، ایضاً، ج دوم، ص ۱۵۸

۳۳۔ ایضاً، ص ۶۴۳

۳۴۔ ادیب، ایضاً، ج اول، صص ۲۷۶ و ۲۹۰

۳۵۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۲۴۸

۳۶۔ ادیب، ایضاً، ج دوم، ص ۳۹

۳۷۔ ایضاً، ص ۷۰۷ و ۷۰۸

۳۸۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۱۴۲

۳۹۔ حافظ شیرازی، ایضاً، ص ۲۴۔۲۵

مآخذ:

۱۔ ادیب، میر ولی اللہ، لسان الغیب، ج اول و دوم، دوست پبلیکیشنز اسلام آباد ۲۰۰۱ء۔

۲۔ حافظ شیرازی، دیوان بہ تصحیح دکتر حسین الٰہی قمشہ ای، تہران، ۱۳۶۷ خورشیدی۔

۳۔ زرّین کوب، ڈاکٹر عبدالحسین، با کاروانِ حلّہ، اردو ترجمہ و تنقید ' از گلستانِ عجم'، ترجمہ مہر نور محمد خان، کلثوم فاطمہ سیّد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء۔

۴۔ شبلی نعمانی، مولانا، شعر العجم، حصّہ دوم، انجمن حمایت اسلام لاہور، بی تا۔

۵۔ شفق، رضا زادہ، تاریخ ادبیات ایران، چاپخانہ دانش، تہران ۱۳۲۱ خورشیدی۔

۶۔ صفا، ذبیح اللہ، تاریخ ادبیات در ایران، ج ۲، و ۱۰۷۹، تہران، ۱۳۷۱ خورشیدی۔

۷۔ ظہیر احمد صدیقی، دکتر، گنجینہ معانی، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، شعبۂ فارسی جی سی یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۲ء۔

۸۔ مسکویہ، ابوعلی، تہذیب الاخلاق، (ترجمہ از متنِ فارسی) بی جا، بی تا۔

۹۔ نراقی، حسن جامع السادات، (ترجمہ از متنِ فارسی) ج ۱، بی جا، بی تا۔

۱۰۔ نصیر الدین طوسی، اخلاق ناصری (ترجمہ از متنِ فارسی)، چاپ دانشگاہ پنجاب لاہور، ۱۹۵۲ء۔

☆☆☆